© rasailojaraid.com

گیا ہے؟ ابوداؤد نے خود اپنی سنن میں "نمص" کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے کہ اس میں چہرے کے بال صاف کرنا شامل نہیں ہے۔ ابوداؤد کی اس وضاحت کو دو مزید نکات سے تقویت ملتی ہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ ابو اسحاق کی بیوی نے جو جوان تھیں اور خوب صورتی کی شائق تھیں حضرت عائشہؓ سے پوچھا: عورت اپنے شوہر کے لیے اپنے رخسار کے بال صاف کر سکتی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "اذیت کو ممکن حد تک دور کرو" (فتح الباری ' کتاب اللباس)۔ گویا جس طرح ایک شادی شدہ مومنہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسا رکھے کہ اس کا شوہر اسے دیکھ کر خوش ہو جائے۔ اگر ایک خاتون کی ٹھوڑی یا مونچھوں کی جگہ رواں اتنا بھاری ہے جیسا مردوں کے ہوتا ہے تو اپنی نسوانیت برقرار رکھنے ' اور مردوں کی مشابہت اختیار نہ کرنے کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اسے ان بالوں کو صاف کرنا چاہیے۔ یہی مطالبہ فطرت ہے۔ اگر ایسا نہیں کرے گی اور اس کی ٹھوڑی میں تین تین انچ لمبے چار بال اور مونچھوں کی جگہ پر دبیز رواں ہو گا تو جب بھی اس کا شوہر اس کے قریب آئے گا تو یہ بات نہ شوہر کی خوشی کا باعث بنے گی اور نہ رشتے کی قربت میں مددگار ہو گی۔

صحابہ کرامؓ سے زیادہ تقویٰ ' صالحیت اور دنیا سے عدم رغبت کسے ہو گی ' لیکن جب ایک صحابیؓ ایک صحابیہؓ کو ایسے حال میں دیکھتے ہیں جیسے وہ بیوہ ہو گئی ہوں ' تو پوچھتے ہیں کہ تم نے یہ شکل کیوں بنائی ہوئی ہے؟ وہ بتاتی ہیں کہ تمھارے بھائی کو نماز اور روزوں سے فرصت نہیں ملتی۔ یہ صحابیؓ ان کے شوہر کو پکڑ کر لاتے ہیں ' ان کا نفلی روزہ افطار کراتے ہیں اور دونوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا حق ادا کریں۔ گویا ایک مومنہ کا اپنے شوہر کے لیے چہرے کے بال صاف کرنا اس بندش میں قطعاً نہیں آتا جس کا ذکر بھنوؤں کی صفت میں آیا۔

جہاں تک سوال ایک خاتون کا بانہوں یا ٹانگ پر سے بالوں کو waxing سے صاف کرنا ہے ' اس کا مقصد نہ تو ہر راہ گیر کو ٹانگ کھول کر یا بانہوں پر سے حجاب اتار کر اپنی خوب صورتی دکھانا ہے اور نہ ایسا کرنے کا مقصد خود کو مرد بنانا ہے۔ ظاہر ہے ایک مومنہ ' جسے اپنے تمام جسم کو ' سوائے چہرے اور ہاتھ کے ' ڈھکنے کا حکم ہے ' اگر وہ زیر لباس اپنی ٹانگوں یا بانہوں کے بال صاف کر کے مناسب لباس سے اسے چھپائے رہتی ہے ' تو اس میں کون سے حکم شرعی کی خلاف ورزی ہوتی ہے؟ بلکہ اگر ایک خاتون اپنی ٹانگوں اور بانہوں پر مردوں جیسے گھنے بال خاص قسم کے روغنیات کی مدد سے اُگائے گی تو فطرت کی خلاف ورزی کرے گی۔ واللہ اعلم بالصواب (ڈاکٹر انیس احمد)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رشتے میں حسب نسب کا لحاظ

س: آپ نے لکھا ہے ("رسائل و مسائل" جون ۱۹۹۹) کہ شرط صرف یہ ہے کہ لڑکی ایسے لڑکے سے شادی کا مطالبہ نہ کرے جو اس سے خاندانی، دینی اور پیشے کے لحاظ سے کم تر حیثیت کا مالک ہو۔ اگر اسلام میں بھی ہندومت کی طرح ادنیٰ اور اعلیٰ کی تمیز ہے تو پھر ہم ذات برادری کے چکر سے کیسے نکل سکتے ہیں؟ ایک موچی یا حجام کو جو محنت مزدوری کرتا ہے، کم تر کیوں سمجھا جائے؟ میرے خیال سے اگر لڑکے کی سیرت اچھی ہے، رزق کے ذرائع حلال ہیں، تو خاندان اور پیشے کی قید لگانا درست نہیں۔ ایک دینی رسالے میں اس طرح کی بات لوگوں کو دین سے دور کرتی ہے۔

ج: "کفو" کے مسئلے میں آپ نے جو لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اسلام میں فضیلت کا دارومدار ایمان اور علم و عمل ہے۔ حسب نسب اور پیشہ، فضیلت کے معیار نہیں ہیں۔ جن فقہا نے "کفو" کا لحاظ کیا ہے وہ اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ انھیں اس سے اختلاف نہیں ہے اور اسی بنا پر تمام فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ایک شخص مسلمان ہو تو کسی بھی حیثیت اور درجے کی خاتون کا اس سے نکاح جائز ہے۔ اگر لڑکی اور اس کے اولیا دونوں راضی ہوں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ فقہا نے "کفو" کے مسئلے کو اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور درجہ اور اسلامی حکومت میں کسی عہدے اور منصب کے لیے اس کے امتیاز کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیوی فوائد اور نقصانات کے لحاظ سے تسلیم کیا ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہو جائے بلکہ اسے باقی اور مستحکم رکھنے اور دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے کا بھی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے لوگ دینی حیثیت کے ساتھ دوسری حیثیتوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ اسلام ان کو دینی حیثیت کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ دوسری حیثیتوں کو ملحوظ رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: اَلْمَرْاَۃُ تُنْکَحُ عَلٰی دِیْنِھَا وَمَالِھَا وَجَمَالِھَا فَعَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ (ترمذی، کتاب النکاح)، عورت کے ساتھ نکاح اس کے دین، مال اور جمال کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ پس تم دین والی کو ترجیح دو۔

جس طرح ایک لڑکا، لڑکی کی مختلف خوبیوں کو پیش نظر رکھتا ہے، اس طرح لڑکی اور لڑکی کے اولیا بھی لڑکے کے اندر مختلف خوبیاں تلاش کرتے ہیں۔ دین داری کے ساتھ وہ ان خوبیوں کو پیش نظر رکھ کر رد و قبول کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب لڑکی نے ایک شخص کو پسند کر لیا درآں حالیکہ وہ دنیوی خوبیوں کے لحاظ سے اس کے مقابلے میں کم تر درجے کا تھا اور ورثا اس پر راضی نہ ہوئے تو پھر کس کی بات کا اعتبار ہوگا؟ اسی طرح اگر ورثا نے ایسے شخص کو پسند

© rasailojaraid.com